**Anwar al-Sirah: International Research Journal for the Study of the Prophet Muhammad (PBUH)'s Biography**
**ISSN:** 3006-7766 (online)and 3006-7758 (print)
**Open Access:** https://journals.iub.edu.pk/index.php/anwaralsirah/index
**Published by: Seerat Chair, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan**

# خطبہ حجۃ الوداع کا مصداق، انسانی حقوق سے متعلق مضامین کی قرآنی تائید اور انسانی تاریخ کی روشنی میں سماج پر اس کے اثرات کا علمی جائزہ

# An Analytical Study of the Farewell Sermon as a Source of Human Rights: Its Quranic Endorsement and Societal Impacts in the Light of Human History

**Dr. Javed Iqbal***
Chief Warrant Officer, Education Squadron, PAF Base Samungli, Quetta
**Dr. Fakhar-ul-Islam**
Wing Commander, Education Squadron, PAF Base Peshawar

## Abstract

This research examines the varying narrations regarding the Farewell Sermon (Khutbah Hajjatul Wida') of the Rasool ﷺ, where different locations and days are mentioned — such as the day before Yawm al-Tarwiyah, Yawm al-Arafah, Yawm al-Nahr, and the middle days of Tashreeq. A critical evaluation of these traditions reveals that the Farewell Sermon is best understood as a "comprehensive set of instructions" delivered during the Prophet's final pilgrimage. Although many hadith scholars, biographers, and historians have recorded narrations related to the Farewell Sermon, their accounts include weak, unauthenticated, and historically inaccurate reports — some of which pertain to earlier events yet are mistakenly associated with the Farewell Pilgrimage. In this research, only authentic and widely accepted narrations from reputable hadith and Seerah sources have been selected, focusing exclusively on the human rights aspects presented within the sermon. Given the global discourse on human rights, it is crucial to address certain areas where Islamic legal principles are often perceived to conflict with modern human rights frameworks — such as punishments for apostasy, consensual adultery, and the implementation of Hudood and Qisas laws. This divergence primarily stems from the difference in sources: secular laws are rooted in materialism, absolute rationalism, and societal desires, whereas Islamic Shariah is founded upon divine revelation, scholarly consensus, the objectives of Shariah, sound intellect, and recognized Islamic customs. This study aims to highlight the distinct philosophical bases underlying Islamic and secular conceptions of human rights.

**Keywords:** Farewell Sermon, Human Rights in Islam, Islamic Law, Secular Law, Hudood, Qisas, Apostasy Punishment, Seerah Studies, Islamic Jurisprudence, Hadith Analysis, Shariah and Human Rights, Sources of Islamic Law

* Email of corresponding author: joozvi@gmail.com

**تعارف:**

نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ سے قبل انسانیت گمراہی اور ظلم کی تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ انسانی حقوق کی حرمت پامال ہوچکی تھی۔ کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ ہر طرف خوف، دہشت اور استحصال کا راج تھا۔ خون ریزی، ظلم و ستم اور ملکی و قبائلی نہ ختم ہونے والی جنگوں نے انسانی عظمت و عصمت کو تار تار کر دیا تھا۔ قیصر و کسریٰ کے تمدن بظاہر طاقت کا روپ دھار چکے تھے لیکن ان کے ایوان ہائے اقتدار کے سائے تلے انسان حیوانوں سے بھی بدتر زندگی گزار رہے تھے۔ اقوام عالم میں خوف کی ایسی فضا قائم تھی جہاں جینے کا حق صرف طاقتور کو حاصل تھا۔ غریب اور کمزور طبقے کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ انسان اپنے جیسے انسانوں کو غلام بنا کر ان کے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک روا رکھتا تھا۔ رنگ، نسل، زبان اور علاقائی بنیادوں پر طبقاتی نظام قائم تھا۔ ظلم اور تاریکی کے اس ماحول کو آپ ﷺ نے پیغمبرانہ مساعی اور جماعتی جدوجہد سے وحدت، احترام، سماجی عدل، معاشی مساوات ،اعلیٰ اخلاقی اقدار اور انسانی حقوق کے چراغوں سے روشن کرکے اس عالمی مشن، اقامت دین اور غلبہ دین کی تکمیل کا اعلان اپنے "خطبہ حجۃ الوداع" میں ارشاد فرمایا۔

**سابقہ تحقیقات کا جائزہ**

خطبہ حجۃ الوداع پر متعدد کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔(مثلاً خطبہ حجۃ الوداع از ڈاکٹر نثار احمد، اسلام میں انسانی حقوق از ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور خطبہ حجۃ الوداع کی عالم گیر اہمیت موجودہ عالمی تناظر میں ازڈاکٹر حافظ حقانی میاں وغیرہ) تاہم ان میں اس کے مصداق کا ذکر نہیں ہے۔ اکثر کتب میں صرف خطبہ عرفات کو حجۃ الوداع قرار دیا گیا ہے۔ پیش نظر تحقیقی کام میں ایک تو اس پہلو کو اجاگر کرنا ہے کہ اس کا مصداق کیا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس میں قرآنی تائیدات کے ساتھ خطبہ حجۃ الوداع کے مضامین بابت حقوقِ بشر کو علمی طور پر قابلِ تصدیق روایات کی روشنی میں بیان کرنا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ تاریخی حقائق کی روشنی میں انسانی سماج پر اس کے اثرات کا علمی جائزہ بھی پیش کرنا ہے۔

**خطبہ وداع کا مصداق**

یہ خطبہ آپ ﷺ کی ان مختلف ہدایات اور خطبات کا مجموعہ ہے جو آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد اپنے پہلے اور آخری حج کے موقع پر 7، 9، 10 اور 12 ذوالحجہ 10 ہجری کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع عام اور جم غفیر سے اپنے الوداعی خطاب میں ارشاد فرمایا ہے۔ ان میں دو تو باقاعدہ بڑے خطبے ہیں جن میں ایک خطبہ 9 ذوالحجہ کو آپ ﷺ نے میدان عرفات میں ارشاد فرمایا[(1)] اور دوسرا خطبہ وہ ہے جو آپ ﷺ نے 10 ذوالحجہ کو منیٰ میں ارشاد فرمایا۔[(2)] ان دونوں کے علاوہ ایک خطبہ ذوالحجہ کی سات تاریخ کو کعبۃ اللہ کے نزدیک مناسک حج کے بارے میں ارشاد فرمایا[(3)] اور ایک خطبہ منیٰ میں یوم الرؤس اوسط ایام التشریق 12 ذوالحجہ کو ارشاد فرمایا۔[(4)] اس خطبے کے مضامین تقریباً وہی ہیں، جو نو اور دس ذوالحجہ کے خطبات کے ہیں۔ (تاہم یہ تمام خطبات کسی ایک مقام پر یکجا محفوظ نہیں ہیں، بلکہ ان کے مختلف حصے متفرق کتب میں بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ بعد کے ادوار میں سیرت نگاروں نے انہی منتشر

روایتوں کو جمع کیا، اور ہر راوی نے وہی پہلو بیان کیا جو اسے یاد رہا، جسے بعد میں محدثین نے روایت کی شکل میں محفوظ کر لیا۔) بہر حال ان تمام خطبات میں بیان شدہ مجموعی ہدایات کو محدثین کی اصطلاح میں "خطبہ حجۃ الوداع" کہا جاتا ہے۔

### مجوزہ موضوع کی تحدید

"خطبہ حجۃ الوداع" در حقیقت اس نصب العین کی تکمیل ہے جس کا اعلان کوہ صفا پر قریش کی وساطت سے پوری انسانیت کو مخاطب کر کے کیا گیا تھا۔ یہ محض اتفاقی بیان نہیں تھا اور نہ ہی کسی خارجی دباؤ کا نتیجہ تھا، بلکہ یہ وحی الٰہی پر مبنی بین الاقوامی اور عالمی سطح کا معاشی، عدالتی، سماجی اور انسانی حقوق پر مبنی ایک منشور تھا، جس کے پس منظر میں تیئیس سالہ پیغمبرانہ مساعی؛ دعوت الی اللہ، تعلیم کتاب کے ذریعے تزکیہ نفس، بارگاہِ الٰہی میں نبویؐ التجائیں، سوشل بائیکاٹ، ہجرت، معاہدات، غزوات، فتح مکہ، مکی اور مدنی زندگی کا نشیب و فراز اور جماعتی جدوجہد کار فرما تھی۔ آپ ﷺ کا یہ خطبہ نجی، عائلی اور قومی زندگی کی تشکیل سے لے کر بین الاقوامی سطح کی زندگی کی تشکیل تک، اقوام کے عروج و زوال کے تمام قوانین، بندگی رب، حب انسانیت، عالمی اخوت، اعتدال، حقوق انسانیت، تعمیری فکر اور اصلاح و فلاح انسانیت پر مبنی ہے۔ البتہ ہماری گفتگو صرف مجوزہ عنوان کے تحت آنے والے مخصوص مضامین تک محدود ہو گی۔

### خطبہ حجۃ الوداع کی اولیت اور جامعیت

اگرچہ انسانی حقوق ہر دور میں زیر بحث رہے ہیں، اور اس حوالے سے مختلف ادوار میں قانون سازی بھی کی گئی ہے، (مثلاً زمانہ قدیم کے حمورابی(5) اور رومی قوانین(6) اور موجودہ دور میں اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا عالمی منشور)، لیکن تاریخی حقائق کی روشنی میں آپ ﷺ کے "خطبہ حجۃ الوداع" کو انسانی حقوق کا اولین جامع، مثالی اور عالمی منشور ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس خطبے میں آپ ﷺ کا ہر ایک لفظ اور ہر ایک جملہ اتنا جامع، فصیح اور بلیغ ہے کہ اگر آپ ﷺ صرف اس جملے "جان لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں کے نیچے (روندی گئی) ہے"۔(7) پر اکتفاء فرماتے، تو اسی میں تمام انسانی حقوق کا بیان پورا ہو جاتا۔

### انسانی حقوق اور منشور کا مفہوم

الموافقات کے مطابق اسلامی شریعت میں انسانی حقوق سے مراد وہ امور لیے جاتے ہیں جن کا تعلق انسان کی دنیاوی مصالح سے ہوتا ہے (8) (مصلحت سے مراد تحفظ دین، جان، مال، عقل اور نسب ہے یا انسانیت سے دفع مفاسد ہے)۔ جیسے حق حریت، حق حرمت (جان، مال، عزت و آبرو)، حق مساوات، حق معاشرت، حق معاشی عدل، حق جائیداد، حق ازدواج، حق وراثت، حق تصرف اور حق معاہدات وغیرہ۔ واضح رہے کہ مصلحت وہ ہے جس کو شریعت نے مصلحت قرار دیا ہو، اور اس کی بنیاد وحی الٰہی اور عقل سلیم ہو، خالصتاً معاشرتی خواہش نہ ہو۔ اور **"منشور"** مجازاً تھارٹی کی طرف سے وہ دستاویز ہے جس میں حقوق و فرائض کا بیان ہو۔ یعنی بندے کے اپنے حقوق کیا ہیں اور اس کے ذمے دوسروں کے کیا حقوق ہیں۔(9)

## انسانی حقوق کے اعتبار سے خطبہ حجۃ الوداع کے مضامین کا جائزہ

**خطبہ حجۃ الوداع بحیثیت عالمی منشور:** خطبہ حجۃ الوداع کا بیشتر حصہ عالمی انسانی حقوق کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں صرف مسلمانوں یا کسی مخصوص گروہ یا طبقے کے حقوق نہیں ہیں، بلکہ جس طرح آپ ﷺ کی بعثت تمام انسانیت کے لیے ہے، اسی طرح آپ ﷺ کا یہ خطبہ بھی تمام انسانیت کے لیے ہے۔ اور اس میں آپ ﷺ نے حاضرین کی وساطت سے تمام انسانیت کو خطاب فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی رسالت کو عالمی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "کہہ دو کہ: اے انسانو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا پیغامبر ہوں، جو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے"۔ (10)

**رسوم جاہلیت کا خاتمہ:** نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ "یہ حقیقت تم پر واضح ہونی چاہیے کہ زمانۂ جاہلیت کی تمام غلط روایات اب مٹ چکی ہیں، اور ان کا وجود میرے قدموں کے نیچے آچکا ہے"۔ (11)

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رسالت کے اہداف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ معاشرے کی غلط رسومات کا خاتمہ بھی آپ ﷺ ہی فرمائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اور وہ اُن کے کندھوں سے اُن کے بوجھ ہٹا دے گا، اور وہ بندشیں بھی کھول دے گا جو ان پر لادی گئی تھیں"۔ (12)

یعنی شرک، قتل ناحق، غصب مال، لسانی، علاقائی اور قومی تعصب، منہ بولے رشتے، دوسروں کی عزت کے درپے ہونا، جنگ و جدال، شراب، ناچ گانا، جوا، سود، بے حیائی، فحاشی، زنا، تفاخر، غرور، نسل پرستی، رنگ پرستی، نجوم پرستی، توہم پرستی، آباء پرستی، بچیوں کو باعث عار سمجھنا اور زندہ درگور کرنا، خواتین، یتیم بچوں اور غلاموں کے انسانی حقوق کی پامالی اور استحصال وغیرہ۔ آپ ﷺ نے ان تمام رسومِ جاہلیت کا خاتمہ کرکے ایک مثالی اور صالح معاشرے کی تشکیل فرمائی، اور معاشرے میں بسنے والے ہر انسان کے حقوق و فرائض کا تعین فرمایا۔

**انسانی جان، مال، عزت و آبرو کے تحفظ کا حق:** "ابن عباسؓ کے مطابق، آپ ﷺ نے دسویں ذوالحجہ کو منیٰ میں ایک خطبے کے دوران دن، مہینہ اور مقام کی حرمت پر سوالات کے ذریعے حاضرین کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کروائی کہ مسلمانوں کی جان، مال اور عزت کی حرمت بھی انہی کی طرح ہے جواب آیا: یہ حرمت والا مہینہ ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح محترم ہیں جس طرح یہ دن، یہ شہر اور یہ مہینہ حرمت والے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان باتوں کو بار بار دہرایا، پھر اپنا چہرہ آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟ اے اللہ! گواہ رہنا کہ میں نے پیغام پہنچا دیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، نبی کریم ﷺ کی یہ نصیحت تمام اُمت کے لیے ہے۔ لہٰذا جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ یہ باتیں اُن تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے تاکید کے ساتھ فرمایا: میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر دوبارہ کفر کی طرف نہ لوٹ جانا"۔ (13)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کی حرمت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "کسی بھی جان کو ناحق قتل نہ کیا جائے، سوائے

اس صورت کے جب شریعت نے اس کی اجازت دی ہو (مثلاً قصاص وغیرہ)"۔(14)

ایک اور مقام پر مؤمنین کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ "تم ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ باہمی رضا سے لین دین ہو۔ نیز اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، کیونکہ اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہے"۔(15)

جدید سائنسی پیش رفت اور علاقائی و بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کے تحفظ کے نام پر سرگرم اداروں کی موجودگی کے باوجود، جرائم کی شرح میں کمی کے بجائے مسلسل اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ رشوت ستانی، مالی بدعنوانی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں خیانت، دھوکہ دہی، حرام اشیاء کی خرید و فروخت، ناجائز زمینوں پر قبضہ، چوری، ڈاکہ، جوا اور سود جیسے گناہ عام ہو چکے ہیں۔ اسی طرح مذہبی انتہاپسندی، فرقہ وارانہ کشیدگی، بین الاقوامی طاقتوں کے مابین خونریزی، جنگی عزائم، ذہنی دباؤ پر مبنی پراکسی جنگیں اور سودی قرضوں کی آڑ میں معاشی غلامی ــــ یہ سب دراصل دورِ جدید کی مہذب شکل میں وہی جاہلیت ہیں جن سے اسلام نے انسانیت کو نجات دلائی تھی۔ یہ تمام جرائم بالواسطہ یا بلاواسطہ انسانی جان، مال اور عزت وآبرو پر اثرانداز ہو رہے ہیں۔ بنیادی طور پر انسانی جان، مال اور عزت وآبرو کا مسئلہ زمانہ جاہلیت میں بھی تھا اور اس کے لیے حمورابی اور رومی قوانین بھی بنے تھے، لیکن ان قوانین سے انسانی جان، مال، عزت وآبرو کے تحفظ کا مسئلہ حل نہیں ہو سکا تھا۔ اور موجودہ دور میں انسانی حقوق کے علمبردار ادارے اور قوانین بھی ناکام نظر آتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایسے قوانین کا ماخذ اور بنیاد خالصتاً مادہ پرستی اور خواہشات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے امن وامان قائم کرکے اس کا عملی نمونہ پیش کرنے کے بعد اس کی تکمیل کا اعلان بھی فرمایا۔ امن وامان اس لیے قائم ہوا کہ اس کی بنیاد وحی الہیٰ پر مبنی تھی۔ اور اس کے پس منظر میں پیغمبرانہ مساعی پر مبنی ایک سسٹم تھا۔ جس کی عمارت مکی زندگی کی صحیح فکر اور مدنی زندگی کے عملی پروگرام اور جماعتی جدوجہد پر استوار تھی۔ غزوہ بدر میں مجاہدین کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں مسلمانوں کی افرادی قوت مجموعی طور پر پانچ سو سے زائد نہ تھی اور اس کے مقابلے میں مدینہ ہی میں غیر مسلموں کی افرادی قوت مسلمانوں کے مقابلے میں کئی گناہ زیادہ تھی۔ لیکن غیر مسلم بھی کثرت تعداد کے باجود عدالت نبویؐ میں اپنے مقدمات نمٹانے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ اس کی وجہ سسٹم کی درستگی تھی۔ سیرت نبویؐ کا مطالعہ ہمیں یہ حقیقت سمجھاتا ہے کہ پائیدار امن اور سماجی ہم آہنگی اس وقت ہی ممکن ہے جب ریاست کے تمام افراد کو بلا تفریق رنگ و مذہب ایک سماجی اور سیاسی دھارے کا حصہ بنایا جائے، مواخات کے عمل کی تکمیل کے بعد یہود مدینہ کو میثاق مدینہ میں شامل کرنا اور معاہدہ املا کرتے وقت آپ ﷺ کا یہودیوں کو اپنا گردانا اس کی ایک روشن مثال ہے۔ الغرض اگر سسٹم اور نظام علیٰ منہاج النبوۃ ہو، تو یہ اپنے اندر کسی مجرم کو جگہ نہیں دیتا، مجرم خود کو قانون کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس حوالے سے حضرت ماعزؓ کا واقعہ مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر نظام اور سسٹم علیٰ منہاج النبوۃ نہ ہو، تو یہ ایک باکردار شخص کو بھی بدکرداری پر مجبور کر سکتا ہے۔ ہماری روزمرہ کی زندگی میں اس کو سسٹم کی مجبوری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو انسانی جان، مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کے لیے نظام عدل کا قیام علیٰ منہاج النبوۃ ضروری ہے۔

**رنگ، نسل، لسانی اور سماجی تعصب کا خاتمہ:** " ابو نضرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے انہیں بتایا جس نے ایامِ تشریق کے وسط (یعنی 12 ذوالحجہ) میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ خود سنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگو! خبردار رہو! تمہارا رب ایک ہے اور تم سب آدمؑ کی اولاد ہو۔ کسی عرب کو کسی عجمی پر، اور کسی عجمی کو کسی عرب پر، نہ کسی گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا: حرمت والا دن۔ فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ جواب دیا: حرمت والا مہینہ۔ پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟ سب نے کہا: حرمت والی جگہ۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا خون، مال اور (راوی کے مطابق) عزتیں ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت ہے۔ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: "جو یہاں موجود ہیں وہ یہ پیغام اُن تک پہنچا دیں جو موجود نہیں"۔ (16)

قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ "تمام انسان ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیے گئے، اور انہیں مختلف اقوام اور قبائل میں تقسیم کرنا اس لیے ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ اللہ کے نزدیک اصل فضیلت تقویٰ کی بنیاد پر ہے، نہ کہ نسب، رنگ، یا قومیت پر۔ بلاشبہ وہی سب سے معزز ہے جو سب سے زیادہ خدا ترس ہو، اور اللہ ہر شے سے باخبر ہے"۔ (17)

رنگ، نسل، لسانی اور سماجی تعصب سے ریاستی خوشحالی اور امن تباہ ہو جاتا ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک جہاں انسانی حقوق کے اداروں کے علمبردار ہیں، وہاں پر بھی نسلی بنیادوں پر آئے روز فسادات برپا ہوتے رہتے ہیں، جو زبانِ حال سے انسانی حقوق کے اداروں کی ناکامی کی گواہی دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے تزکیہ نفس بالقرآن اور نظامِ عدل کے قیام پر مبنی پیغمبرانہ مساعی نے زمانہ جاہلیت کے نسلی، لسانی، سماجی، علاقائی تفاخر اور تعصب کے بتوں کا خاتمہ کر کے، اس بگڑے ہوئے معاشرے کو ایمان کی بنیاد پر بھائی بندی کا عملی مثال بنا دیا۔ (18) اور قرآنِ حکیم ہمیں یہ حقیقت یاد دلاتا ہے کہ "ماضی میں تم ایک دوسرے کے شدید دشمن تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی، اور تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے، لیکن ربِ کریم نے تمہیں وہاں سے نجات عطا فرمائی"۔ (19)

تعصب، تفاخر اور نسلی امتیاز کے خاتمے کا بین الاقوامی اعلان حجۃ الوداع کے عالمی اجتماع کے موقع پر کیا گیا۔ اور تقویٰ کو فضیلت کی بنیاد قرار دیا گیا۔ چنانچہ اسلامی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ (20) مشاورت میں قریشی اکابر کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں اکابر اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ (21) آگے جا کر یہی غلام موسیٰ بن نصیر (22) اور طارق بن زیاد (23) سپہ سالار بنے۔ ظاہر رکن الدین بائبرس، مصر اور شام کا فرمانروا بن گیا۔ (24) برِعظیم پاک و ہند میں قطب الدین ایبک (25)، شمس الدین التمش (26) اور غیاث الدین بلبن (27) کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ اور یہی کیفیت خواتین کی بھی تھی کہ اکثر عباسی خلفاء کی مائیں کنیزیں تھیں جنہوں نے ابو جعفر المنصور، ہارون الرشید اور مامون الرشید وغیرہ جیسے خلفاء کو جنم دیا۔ (28)

**انتقام در انتقام کی رسم کا خاتمہ:** نبی ﷺ نے اپنے الوداعی خطاب میں فرمایا کہ یاد رکھو! جاہلیت کے تمام باطل رسم ورواج میرے قدموں تلے دفن کیے جا چکے ہیں، اور اس زمانے میں ہونے والے تمام خون بہا معاف کیے جا رہے ہیں۔ میں سب سے پہلے اپنے خاندان کے ایک بچے کے خون کو معاف کرتا ہوں، جو ربیعہ بن حارث کا بیٹا تھا، بنو سعد کے ہاں دودھ پیتا تھا، اور قبیلہ ہذیل کی ایک تصادم میں قتل ہو گیا تھا"۔ (29)

جب بھی کوئی سماجی انقلاب آتا ہے اور نظام عدل قائم ہو جاتا ہے تو قیام امن کے لیے ضروری ہے کہ انقلاب سے پہلے کے جرائم کے مرتکب افراد کے لیے عام معافی کا اعلان کیا جائے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر بھی عام معافی کا اعلان فرمایا تھا اور خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی اعلان فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے تمام خون معاف ہیں۔ اور بعد کے ادوار میں انقلاب فرانس 1789ء میں اسی اصول کو اپنایا گیا کہ قبل از انقلاب کے جرائم کو معاف کیا گیا۔ چنانچہ وضعی فوجداری قوانین میں قانونی پالیسی کے زمانہ عدم کے جرم کو نہ جرم شمار کیا جائے گا اور نہ ہی اس پر سزاء دی جائے گی۔ اور ہمارے فقہاء نے اسی قاعدے کو اسلامی فوجداری قوانین کی بحث میں ذکر بھی کیا ہے کہ "لاجريمة ولاعقوبة الا باالنص"۔ (30) کوئی فعل جرم قرار نہیں پائے گا اور نہ ہی اس پر سزا دی جائے گی، جب تک شریعت یا قانون میں اس کی صراحت نہ ہو۔

معافی کی ابتداء آپ ﷺ نے خود اپنے خاندان سے فرمائی۔ اور یہ لیڈر شپ کی سب سے بڑی کوالٹی ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بطور نمونہ معاشرے اور رعایا پر پیش کرے۔

**قانون کے نفاذ میں عدل وانصاف:** "سلیمان بن عمروؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! توجہ سے سنو، یہ دن کیسا عظیم ہے؟ آپ ﷺ نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا۔ حاضرین نے جواب دیا: یہ حجِ اکبر کا دن ہے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: جس طرح یہ دن، یہ مہینہ، اور یہ شہر حرمت والے ہیں، اسی طرح تم میں سے ہر شخص کی جان، مال اور عزت ایک دوسرے پر محترم ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو بھی شخص کسی گناہ یا جرم کا مرتکب ہو گا، اس کا مؤاخذہ اسی سے ہو گا؛ نہ باپ کو بیٹے کے جرم پر پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کو باپ کے گناہ کی سزا دی جائے گی"۔ (31)

وحیِ ربانی میں مؤمنین کو تاکید کی گئی ہے کہ "وہ عدل وانصاف کو ہر حال میں قائم رکھیں، حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ معاملے میں بھی انصاف کا دامن نہ چھوڑیں۔ حقیقی تقویٰ اسی میں ہے کہ عدل ہر حال میں روا رکھا جائے، کیونکہ اللہ ہر عمل سے باخبر ہے"۔ (32) اصولی اور قانونی طور پر سزاء کا مستحق وہی ہو گا، جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یعنی سزاء کی تنفیذ مجرم کے علاوہ کسی اور پر نہیں ہو گی۔

**اطاعت امیر اور مسلم شہری کی ذمہ داری:** "حضرت امّ الحُصینؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر تفصیلی نصیحتیں فرمائیں۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے سنا: "اگر تم پر کوئی غلام، جس کے اعضاء کٹے ہوں، (راوی کے مطابق شاید سیاہ رنگ کا ذکر بھی کیا گیا)، حکمران مقرر کیا جائے، اور وہ تمہیں اللہ کی کتاب کے

مطابق فیصلے دے، تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو"۔ (33)

اس روایت میں اعضاء کٹا ہوا ہونا یہ محاورے کے طور پر ہے۔ مطلب یہ ہے امیر کے لیے کتاب اللہ کا پابند ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ باقی لوگوں کی امتیازات ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ریاست اگر انتظامی امور کے تحت قانون سازی کرتی ہے اور شریعت مطہرہ کے نصوص کے ساتھ متصادم نہیں ہے، تو اس کو ماننا مسلم شہری کے لیے ضروری ہے کہ وہ قانون و دستور کی پاسداری کرے اور ریاست کا وفادار رہے۔

**انتہاپسندی کا خاتمہ:** " حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرہ عقبہ کے دن صبح کے وقت، جب آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے، لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! دین میں حد سے تجاوز نہ کرو، کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی سبب ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے دین کے معاملے میں غلو کیا"۔ (34)

قرآن عزیز میں اہلِ کتاب کو تنبیہ کی گئی ہے کہ "وہ اپنے دین میں غلو نہ کریں، اور نہ ہی ان افراد کی پیروی کریں جنہوں نے خود گمراہی اختیار کی، دوسروں کو بھی اس میں مبتلا کیا، اور یوں راہِ ہدایت سے بہت دور جا پڑے"۔ (35)

اسلام ایک ایسا دین ہے جو میانہ روی اور توازن کو زندگی کے ہر پہلو میں بنیادی اصول کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس میں نہ شدت پسندی کی اجازت ہے، نہ ہی بے عملی یا لاپروائی کی گنجائش۔ اسلامی تعلیمات کا دائرہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے اور ان میں اعتدال کا اصول مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ در حقیقت، اعتدال ہی وہ محفوظ اور منصفانہ راستہ ہے جو شدت اور غفلت، دونوں انتہاؤں سے بچاتا ہے۔ یہی راستہ 'صراطِ مستقیم' کہلاتا ہے، جو ان گروہوں کی راہ سے مختلف ہے جو یا تو غضبِ الٰہی کے مستحق بنے یا ہدایت پا کر بھی راہِ حق سے بھٹک گئے۔ دینِ اسلام کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے تمام احکام توازن، انصاف اور عقل پر مبنی ہیں۔ کسی مسئلے میں اپنی ذاتی رائے کو قطعی حق ماننا، دوسروں پر اسے زبردستی تھوپنا، شدت اختیار کرنا یا دوسروں کے ایمان پر فتویٰ لگانا، یہ سب طرزِ عمل انتہاپسندی کے مظاہر ہیں، جو اسلامی اعتدال کے خلاف ہیں۔

**خواتین کے ساتھ حسن سلوک:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امان اور اس کے عہد کے ساتھ اپنے نکاح میں لیا ہے"۔ (36)

زمانہ جاہلیت میں خواتین کا وہ مقام اور حقوق نہیں تھے، جو مقام اور حقوق اسلام نے دیئے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے قانون وراثت کے سلسلے میں (اصحاب الفرائض) بارہ ورثاء کا ذکر کیا ہے۔ جن میں آٹھ خواتین اور چار مرد ہیں۔ (37) بلکہ پوری ایک سورۃ "النساء" کے نام پر ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں حقوق نسواں سے متعلق دیگر احکام مثلاً محرمات، مہر، نکاح، طلاق، خلع، ایلاء، ظہار، نان نفقہ اور حضانت وغیرہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ اور خطبہ الوداع میں نبی اقدس ﷺ نے ان حقوق کی ادائیگی کی مزید تاکید فرمائی کہ خواتین کے حقوق کی ادائیگی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

**حق وراثت اور حق نسب کا تحفظ:** "عمرو بن خارجہؓ روایت کرتے ہیں کہ حج کے موقع پر، جب رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے جو

چبانے (جگالی) کی حالت میں تھی اور اس کا لعاب میرے کندھوں پر گر رہا تھا، تو آپ ﷺ نے لوگوں کو خطاب فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حصہ مقرر فرما دیا ہے، لہٰذا وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں۔ بچہ اس مرد کا تصور کیا جائے گا جس کے نکاح اور بستر پر وہ پیدا ہوا ہو، جبکہ زنا کے مرتکب کے لیے حدِ رجم (سنگساری) ہے۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: جو شخص اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا نسبی والد کہلوائے، یا کوئی غلام اپنے آقا کے سوا کسی اور کو مالک تسلیم کرے، اس پر اللہ، اس کے فرشتوں، اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ ایسے فرد کی کوئی عبادت ـــ نہ فرض اور نہ نفل ـــ قبول کی جائے گی"۔(38)

حق وراثت کے معاملے میں کسی شرعی وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے میراث میں ورثاء کے حصے متعین فرمائے ہیں۔ لہٰذا جو شرعی وارث ہو گا اس کے لیے الگ سے وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بچے کا نسب اسی شخص سے ثابت ہو گا جس کی نکاح میں عورت ہے۔ اور منہ بولے رشتوں کی بھی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ شرعی اسباب کے بغیر اس سے نہ حق حرمت ثابت ہوتی ہے اور نہ حق وراثت ثابت ہوتی ہے۔ گود لیے ہوئے بچے کی نسبت بھی باپ کی طرف کی جائے گی۔ سرکاری کاغذات وغیرہ میں اس کی نسبت غیر باپ کی طرف کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

**حق ملکیت کا اثبات:** " ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبے میں فرماتے ہوئے سنا: "عاریت کی گئی چیز واپس کی جائے گی، ضامن پر تاوان لازم ہو گا، اور قرض ہر صورت ادا کرنا ہو گا"۔(39)

اس روایت میں انسانوں کے مال و جائیداد اور ملکیت کے تحفظ کی ضمانت پر زور دیا گیا ہے، جو کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ریاست اپنے ہر شہری کو حق ملکیت کا تحفظ فراہم کرے۔

**معاشی استحصال کی بدترین صورت سودی نظام کا خاتمہ:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "زمانۂ جاہلیت کے تمام سود ختم کر دیے گئے ہیں، اور میں سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کا سود چھوڑتا ہوں"۔(40)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں اہلِ ایمان کو متنبہ کیا ہے کہ "اگر وہ سچے مؤمن ہیں تو اللہ سے ڈریں اور باقی بچا ہوا سود لینا چھوڑ دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو انہیں خبردار رہنا چاہیے کہ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے ان کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ البتہ اگر وہ سود سے باز آجائیں تو انہیں اپنا اصل سرمایہ واپس لینے کا حق حاصل ہو گا ـــ نہ وہ کسی پر ظلم کریں گے، نہ ان پر ظلم کیا جائے گا"۔(41)

زمانہ جاہلیت میں غلامی کی ایک صورت یہ تھی کہ اگر مدیون قرض کی ادائیگی پر قادر نہ ہوتا، تو اس کو یا اس کے خاندان کو غلام بنا دیا جاتا، اور آج کے اس دور میں بھی غلامی کی اس صورت کی ترقی یافتہ شکل عالمی مالیاتی اداروں کی صورت میں موجود ہے۔ جس کے ذریعے اقوام سے حریت سلب کر دی جاتی ہے، اور ان پر اپنا ایجنڈا مسلط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بہر حال سود استحصالی نظام کا ایک حربہ ہے۔ اسی کے ذریعے افراد سے لے کر اقوام تک کو غلام بنایا جاتا ہے۔ اس حوالے سے عام طور پر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ پوری دنیا کا معاشی نظام سود پر قائم ہے اور اس کے بغیر معاشی نظام چلانا ممکن نہیں ہے۔ حالانکہ یہی بات نبی کریم ﷺ کے سامنے بھی پیش کی گئی تھی کہ غزوہ حنین کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا، اس میں مسلمانوں کو کامیابی نہیں ہوئی۔ تو

اہل طائف برابری کی بنیاد پر خود نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں لیکن ہماری کچھ شرائط ہیں: ایک شرط یہ ہے کہ ہمارا سارا ذریعہ معاش صرف انگور کے باغات ہیں، لہٰذا ہمیں شراب کی اجازت دے دی جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ہم سود نہیں چھوڑ سکتے اس لیے کہ ہماری معیشت کا دارو مدار سود پر ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ ہم زنا نہیں چھوڑ سکتے اس لیے کہ ہمارے ہاں دیر سے شادیاں کرنے کا رواج ہے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ نماز تو ہم پڑھیں گے لیکن جو پابندی اسلام میں ہے وہ پابندی ہم نہیں کر سکتے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ان تمام شرائط کو ماننے سے انکار فرمایا۔[42]

اس واقعہ کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بحیثیت سسٹم اسلام کو قبول کرنے میں آج کے اس دور میں ہماری شرطیں بھی کچھ اسی قسم کی ہیں۔ حالانکہ سود کی تباہ کاریاں ہمارے سامنے ہیں۔ مثلاً امیر و غریب کی طبقاتی تقسیم، مال و دولت کا چند ہاتھوں میں سمٹ جانا، قرضوں پر ناقابل برداشت سود لگا کر انسانوں کو غلامی کے نظام پر مجبور کر کے ان پر اپنا ایجنڈا مسلط کرنا اور ان کی حریت اور آزادی کو سلب کرنا وغیرہ۔

بہر حال نبی کریم ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع کے تکمیلی اعلان سے مقصود عالم انسانیت کو ہر قسم کے استحصالی نظام سے نجات دلانا تھا، اور سود کی حرمت کا ذکر تو استحصالی نظام کے ایک جز کے طور پر تھا۔ واضح رہے کہ یہاں بھی نبی کریم ﷺ نے سودی نظام کے خاتمے کی ابتداء اپنے خاندان سے کی۔ چنانچہ فرمایا کہ سب سے پہلے میرے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سودی رقم کے خاتمے کا اعلان کا کرتا ہوں۔

**خلاصۃ البحث**

خطبہ "حجۃ الوداع" نبی اکرم ﷺ کی ان ہدایات کا مجموعہ ہے جو آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد اپنے پہلے اور آخری حج کے موقع پر 10 ہجری کو ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ کا یہ خطبہ تاریخی حقائق کی روشنی میں انسانی حقوق کا اولین، جامع اور مثالی منشور ہے۔ یہ خطبہ درحقیقت زمانہ جاہلیت کے ظالمانہ رسوم، طبقاتی نظام، سماجی اور معاشی استحصال کے خاتمے کے لیے تیئس سالہ پیغمبرانہ مساعی اور جماعتی جدوجہد پر مبنی اخلاقی، سماجی اور معاشی عدل و انصاف کے قیام کی تکمیل کا اعلان ہے، اور عالم انسانیت کے لیے آفاقی منشور ہے۔

**نتائج وسفارشات**

1. خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا ابدی منشور ہے۔
2. تعلیمی حلقوں میں خطبہ حجۃ الوداع کا درست تعین اجاگر کیا جائے۔ صرف 9 ذوالحجہ کے خطبے پر اس کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا، بلکہ مستند روایات کی روشنی میں یہ آپ ﷺ کے حج کے موقع پر متعدد خطبات کا مجموعہ ہے۔
3. خطبہ حجۃ الوداع کے تمام مضامین کو قرآنی آیات کی تائید حاصل ہے۔
4. خطبہ حجۃ الوداع کے مضامین کو پس منظر اور تاریخی حقائق کے تناظر میں بیان کیا جائے۔

5. خلفاء بنو عباس کی اکثریت کی مائیں کنیزیں تھیں، اسی طرح عرب وہند کے کئی امراء غلام خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے، انسانی حقوق کے اعتبار سے انسانی تاریخ اور سماج پر اس قسم کے گہرے اثرات کی مثال اقوام عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کی بنیادی وجہ خطبہ حجۃ الوداع ہے۔
6. خطبہ حجۃ الوداع اور فتح مکہ کے مضامین میں خلط سے بچا جائے۔
7. خطبہ حجۃ الوداع سے قبل انسانی سماج اور مابعد کے انسانی سماج کے درمیان موازنہ کر کے طلبہ، عوامی حلقوں اور عالمی فورم پر اس کے نتائج اور عالم انسانیت پر اس کے اثرات کا جائزہ پیش کیا جائے۔

## حوالہ جات وحواشی:

(1) أبو داود سليمان بن الأشعث، السجستاني (المتوفى: 275هـ) سنن أبي داود، طن (بيروت: المكتبة العصرية، سطن) كِتَاب الْمَنَاسِكِ، بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى عَرَفَةَ، رقم الحديث1913 (إسناده حسن)

Abū Dāwūd Sulaymān bin al-Ashʿath, al-Sijistānī (al-mutawaffā: 275 H), Sunan Abī Dāwūd, Ṭanṭā (Bayrūt: al-Maktabah al-ʿAṣriyyah, Ṣaṭṭān), Kitāb al-Manāsik, Bāb al-Khurūj ilā ʿArafah, Raqm al-ḥadīth 1913 (Isnāduhu ḥasan).

(2) البخارى، محمد بن اسمٰعيل ، ابو عبد الله (256هـ) الجامع الصحيح، الطبعة: الأولى ( بيروت : دار طوق النجاة 1422هـ) باب الخطبة أيام منى، رقم الحديث 1739

al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, Abū ʿAbd Allāh (256 H), al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, al-Ṭabʿah al-Ūlā (Bayrūt: Dār Ṭawq al-Najāt, 1422 H), Bāb al-Khuṭbah Ayyām Minā, Raqm al-ḥadīth 1739.

(3) الحاكم محمد بن عبد الله، ابو عبد الله (المتوفى: 405هـ) المستدرك على الصحيحين، الطبعة: الأولى (بيروت : دار الكتب العلمية 1411هـ) كتاب الصوم، أول كتاب المناسك، رقم الحديث 1693۔ (صحيح الإسناد)

al-Ḥākim Muḥammad bin ʿAbd Allāh, Abū ʿAbd Allāh (al-mutawaffā: 405 H), al-Mustadrak ʿala al-Ṣaḥīḥayn, al-Ṭabʿah al-Ūlā (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1411 H),Kitāb al-Ṣawm, Awwal Kitāb al-Manāsik, Raqm al-ḥadīth 1693 (Ṣaḥīḥ al-isnād).

(4) سنن أبي داود، كِتَاب الْمَنَاسِكِ، بَابُ أَيِّ يَوْمٍ يَخْطُبُ بِمِنًى، رقم الحديث 1952( إسناده صحيح)

Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Manāsik, Bāb Ayyi Yawmin Yakhṭubu bi-Minā, Raqm al-ḥadīth 1952 (Isnāduhu Ṣaḥīḥ).

(5) **قانونِ حمورابی** انسانی تاریخ کے قدیم ترین تحریری قانونی نظاموں میں شمار ہوتا ہے، جو قدیم بابل کے فرمانروا حمورابی کے دورِ حکمرانی(1792 تا 1750 قبل مسیح) میں تشکیل پایا۔ اس قانونی ضابطے میں کل 282 دفعات شامل تھیں، جنہیں حمورابی کی حکمرانی کے اختتامی دور میں یکجا کیا گیا۔ ان قوانین کو بابل کے معروف معبد میں، جو دیوتا مردوک سے منسوب تھا، ایک پتھر کے لمبے ستون (stela) پر کندہ کیا گیا۔ یہ ستون، جو اس عہد کے قانون کا واحد مستند ماخذ ہے، 1901ء میں فرانس کے ماہر آثارِ قدیمہ ژاں ونسنٹ شیل (Jean-Vincent Scheil) نے موجودہ ایران کے قدیم شہر شوش (Susa) سے دریافت کیا۔ اس اہم تاریخی یادگار کو اب فرانس کے شہر پیرس میں واقع Louvre عجائب گھر میں محفوظ کیا گیا ہے، جہاں یہ قدیم بابل کی قانونی، تہذیبی اور تمدنی تاریخ کا اہم حوالہ سمجھا جاتا ہے۔ https://www.britannica.com/topic/Code-of-Hammurabi

(6)قدیم رومی تہذیب کے دوران ایک باقاعدہ قانونی نظام اُبھر کر سامنے آیا، جو شہر روم کے قیام (753 قبل مسیح) سے لے کر مغربی رومن سلطنت کے اختتام (پانچویں صدی عیسوی) تک نافذ رہا۔ بعد ازاں، یہی قانونی روایت مشرقی رومن سلطنت، جسے بازنطینی سلطنت بھی کہا جاتا ہے، میں جاری رہی اور 1453 تک نافذ العمل رہی۔ روم کے اس قانون نے صرف مغربی اقوام کے عدالتی نظاموں پر گہرا اثر نہیں ڈالا، بلکہ مشرقی دنیا کے بعض خطے بھی اس کے اثرات سے محروم نہ رہ سکے۔ یہ قانون صدیوں تک دنیا کے مختلف خطوں میں قانون سازی اور عدالتی اصلاحات کے لیے بنیاد فراہم کرتا رہا۔ https://www.britannica.com/topic/Roman-law

(7) القشيري، مسلم بن حجاج، (المتوفى: 261هـ) المسند الصحيح، طن ( بيروت : دار إحياء التراث العربي، سطن) 19 - باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، حديث نمبر147-(1218) ۔

al-Qushayrī, Muslim bin Ḥajjāj (al-mutawaffā: 261 H), al-Musnad al-Ṣaḥīḥ, Ṭanṭā (Bayrūt: Dār Iḥyāʿ al-Turāth al-ʿArabī, Ṣaṭṭān), 19 - Bāb Ḥijjat al-Nabī ṣallá Allāh ʿalayhi wa sallam, ḥadīth no. 147-(1218).

(8) الشاطبي ، إبراهيم بن موسى(المتوفى: 790هـ) الموافقات، الطبعة الأولى (القاهرة : دار ابن عفان 1417هـ) كتاب المقاصد ج 2، النوع الرابع 2: 539۔

al-Shāṭibī, Ibrāhīm bin Mūsā (al-mutawaffā: 790 H), al-Muwāfaqāt, al-Ṭabʿah al-Ūlā(al-Qāhirah: Dār Ibn ʿAffān, 1417 H), Kitāb al-Maqāṣid, Juzʾ 2, al-Nawʿ al-Rābiʿ, 2:539.

(9) https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%D9%86%D8%B4%D9%88%D8%B1(Date: 04 May, 2025)

(10) سورة الأعراف: 158

Sūrat al-Aʿrāf, āyah 158.

(11) المسند الصحيح للمسلم، 19 - باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، حديث نمبر147-(1218)

al-Musnad al-Ṣaḥīḥ li-Muslim, 19 - Bāb Ḥijjat al-Nabī ṣallá Allāh ʿalayhi wa sallam, Ḥadīth no. 147-(1218).

(12) سورة الاعراف : 157

Sūrat al-Aʿrāf, āyah 157.

(13) الجامع الصحيح للبخاري: باب الخطبة أيام منى، حديث نمبر 1739

al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ li-l-Bukhārī, Bāb al-Khuṭbah Ayyām Miná, Ḥadīth no. 1739.

(14) سورة الاسراء: آیت نمبر 33

Sūrat al-āsrāʾ, āyah 33.

(15) سورة النساء :آیت نمبر 29

Sūrat al-Nisāʾ, āyah 29.

(16) ابن حنبل، أحمد بن محمد، أبو عبد الله (المتوفى: 241هـ) مسند الإمام أحمد بن حنبل ، المحقق: شعيب الأرنؤوط ، الطبعة: الأولى (بيروت: مؤسسة الرسالة 1421هـ) حديث رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث 23489۔ (إسناده صحيح، الأرنؤوط)

Ibn Ḥanbal, Aḥmad bin Muḥammad, Abū ʿAbd Allāh (al-mutawaffā: 241 H), Musnad al-Imām Aḥmad bin Ḥanbal, al-Muḥaqqiq: Shuʿayb al-Arnaʾūṭ, al-Ṭabʿah al-Ūlā (Bayrūt:Muʾassasat al-Risālah, 1421 H), Ḥadīth: Rajul min Aṣḥāb al-Nabī ṣallá Allāh ʿalayhi wa sallam,Raqm al-ḥadīth 23489 (Isnāduhu Ṣaḥīḥ, al-Arnaʾūṭ).

(17) سورة الحجرات آیت نمبر 13

Sūrat al-Ḥujurāt, āyah 13.

(18) سورة الحجرات: 10

Sūrat al-Ḥujurāt, āyah 10.

(19) سورة آل عمران: 103

Sūrat Āl ʿImrān, āyah 103.

(20) عمر رضی فرماتے ہیں کہ ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کیا ہے۔( الجامع الصحيح للبخاری، باب مناقب بلال بن رباح، رقم الحدیث 3754)

al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ li-l-Bukhārī, Bāb Manāqib Bilāl bin Rabāḥ, Raqm al-ḥadīth 3754.

(21) "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَمَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ"۔ (الجامع الصحيح ، بَابُ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ، رقم الحدیث 4261)۔

al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Bāb Ghazwat Muʾtah, Raqm al-ḥadīth 4261.

(22) **موسیٰ بن نصیر ابو عبد الرحمٰن لخمی** (وفات: 91 تا 100 ہجری) شمالی افریقہ کے گورنر تھے۔ ان کا تعلق ایک لخمی خاتون کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا، جبکہ بعض روایات انہیں بنو اُمیہ کے آزاد کردہ غلاموں میں شمار کرتی ہیں۔ وہ ایک پاؤں سے لنگ تھے۔ حضرت تمیم داریؓ سے انہوں نے روایت نقل کی، اور ان سے روایت کرنے والوں میں ان کا بیٹا عبد العزیز اور یزید بن مسروق یحصبی شامل ہیں۔ انہوں نے مرج راہط کی جنگ میں حصہ لیا اور حضرت معاویہؓ کے عہد میں بحری فوج کی قیادت کرتے ہوئے قبرص پر حملہ کیا، جہاں قلعے بھی تعمیر کروائے، جیسے "الماغوصہ" اور "حصن یانس"۔ بعض روایات کے مطابق ان کی ولادت 19 ہجری میں ہوئی تھی۔( الذهبي، محمد بن أحمد، شمس الدين (المتوفى: 748ھ) تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام ، الطبعة: الأولى(بيروت : دار الغرب الإسلامي 2003 م بذيل حرف الميم ، 215 -مُوسَى بْنُ نُصَيْرٍ)

al-Dhahabī, Muḥammad bin Aḥmad, Shams al-Dīn (al-mutawaffā: 748 H), Tārīkh al-Islām wa Wafayāt al-Mashāhīr wa al-Aʿlām, al-Ṭabʿah al-Ūlā (Bayrūt: Dār al-Gharb al-Islāmī, 2003 M), taḥta ḥarf al-Mīm, 215 – Mūsā bin Nuṣayr.

(23) **طارق بن زیاد** (وفات: 91–100 ہجری) بربر نسل سے تعلق رکھتے تھے اور امیر موسیٰ بن نصیر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ بعض روایات کے مطابق وہ قبیلہ صدف سے منسوب غلام تھے۔ رجب 92 ہجری میں انہوں نے "زُقاقِ سبتی" کے راستے سمندر عبور کیا اور اندلس میں اس مقام پر اُترے جو بعد میں "جبل الطارق" کہلایا۔ ان کے ہمراہ تقریباً بارہ ہزار سپاہی تھے، جن میں اکثریت بربر اور چند عرب شامل تھے۔ روایات کے مطابق سمندر عبور کرتے وقت طارق کو ایک خواب آیا، جس میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ تلواریں اور کمانیں لیے ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے، اور نبی ﷺ نے فرمایا: "اے طارق! آگے بڑھو، اپنے مقصد کی طرف"۔ خواب سے بیدار ہو کر طارق نے فتح کی نوید سنائی اور پر عزم انداز میں دشمن پر حملہ کیا، متعدد شہروں کو فتح کیا اور تقریباً ایک سال تک حکومت کی۔ سنہ 93 ہجری میں موسیٰ بن نصیر اندلس پہنچے اور باقی فتوحات مکمل کیں۔(تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام للذهبی ، بزيل حرف الطاء ، 96 - طَارِقُ بْنُ زِيَادٍ الْمَغْرِبِيُّ الْبَرْبَرِيُّ)

Tārīkh al-Islām wa Wafayāt al-Mashāhīr wa al-Aʿlām li-l-Dhahabī, bi-dhayl ḥarf al-Ṭāʾ, 96 – Ṭāriq bin Ziyād al-Maghribī al-Barbarī

[24] **الملک الظاہر رکن الدین بیبرس البندقداری** )وفات:676ھ(مصر وشام کے معروف مملوک حکمران تھے۔ ان کی پیدائش قریباً620 ہجری میں صحرائے قفچاق (موجودہ قزاخستان یا جنوبي روس) کے علاقے میں ہوئی۔ ابتدا میں دمشق میں غلامی کے بازار میں فروخت ہوئے، جہاں انہوں نے پرورش پائی۔ ابتدا میں وہ عماد الصائغ کے زیر ملکیت تھے، بعدازاں امیر علاء الدین بندقدار الصالحي نے انہیں خریدا۔ بیبرس اپنی غیر معمولی جرات، قائدانہ صلاحیت اور دلیرانہ مزاج کے باعث نمایاں ہوئے، اور جلد ہی فوجی دستے (بحریہ) کا حصہ بن گئے۔ انہوں نے جنگِ منصورہ (دمیاط) میں نمایاں کردار ادا کیا اور بعد ازاں المعزیۃ مملوک سلطنت میں ایک اہم عسکری منصب پر فائز ہوئے۔ منگولوں کے خلاف جہاد میں وہ اسلامی لشکر کے عَلَم بردار تھے۔ 17 ذوالقعدہ 658 ہجری کو، جب الملک المظفر کا قتل ہوا، تو بیبرس نے قلعہ الجبل میں تخت سنبھالا۔ ان کے استاد بندقدار ان کے خاص امیروں میں شامل تھے۔ بیبرس کی حکمرانی شجاعت، نظم ونسق اور اسلامی فتوحات کی علامت سمجھی جاتی ہے۔
(تاريخ الإسلام وَوَفيات المشاهير وَالأعلام، للذهبی، بذيل حرف الباء (سنة ست وسبعين وستمائة) 286 – بَيْبَرس)
Tārīkh al-Islām wa Wafayāt al-Mashāhīr wa al-Aʿlām, li-l-Dhahabī, taḥta ḥarf al-Bāʾ (sanah 676 H), 286 – Baybars.

[25] **سلطنتِ ممالیک** (602–686ھ / 1206–1287ء) کو بر صغیر کی پہلی خود مختار اسلامی حکومت قرار دیا جاتا ہے، کیونکہ اس سے قبل یہاں کا انتظام غزنوی و غوری حکمرانوں کے زیر اثر تھا۔ اس سلطنت کی بنیاد قطب الدین ایبک نے رکھی، جو سلطان محمد غوری کے قابل جرنیل تھے۔ ان کے بعد شمس الدین التتمش نے اقتدار سنبھالا، جنہیں اس مملوکی سلطنت کا سب سے مؤثر اور ممتاز فرمانروا تصور کیا جاتا ہے۔ (العسيري، أحمد معمور، موجز التاريخ الإسلامي منذ عهد آدم عليه السلام (تاريخ ما قبل الإسلام) إلى عصرنا الحاضر، الطبعة: الأولى (رياض: مكتبة الملك فهد الوطنية ، 1417 ھ) الفصل الرابع المسلمون في الهند، 1 : 294)
al-ʿAsīrī, Aḥmad Maʿmūr, Mūjaz al-Tārīkh al-Islāmī, al-Ṭabʿah al-Ūlā (Riyāḍ: Maktabat al-Malik Fahd al-Waṭaniyyah, 1417 H), al-Faṣl al-Rābiʿ: al-Muslimūn fī al-Hind, 1:294.

[26] **شمس الدین ایلتتمش بن ایلم خان الالبری الترکمانی**، جنہیں "السلطان الصالح" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، ابتدائی عمر میں بخارا لائے گئے، جہاں سب سے پہلے حاجی بخاری نے انہیں خریدا۔ بعدازاں حاجی جمال الدین جست قبا کے زیرِ ملکیت آئے، جو انہیں غزنی لے گیا، اور وہاں سے دہلی پہنچے۔ دہلی میں قطب الدین ایبک نے انہیں خریدا اور سلطنت کے اندر پرورش وتربیت دی۔ ایبک نے ایلتتمش کو کوالیار کی جاگیر عطا کی، پھر بدایوں اور ملحقہ علاقوں کی ذمہ داری بھی سونپی، اور اپنی بیٹی سے ان کا نکاح کر دیا۔ جلد ہی وہ سلطنت کی افواج کے سپہ سالار بن گئے۔ جب قطب الدین ایبک کا انتقال ہوا، تو امراء واہلِ حکومت نے متفقہ طور پر ایلتتمش کو بادشاہ منتخب کیا، اور یوں انہوں نے دہلی سلطنت کی باقاعدہ زمامِ اقتدار سنبھال لی۔ (عبد الحي بن فخر الدين (المتوفى: 1341ھ) نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر، الطبعة: الأولى( بيروت: دار ابن حزم 1420 ھ) الطبقة السابعة في أعيان القرن السابع، بذيل حرف الشين المعجمة، شمس الدين الإيلتمش، 1 : 102)
ʿAbd al-Ḥayy bin Fakhr al-Dīn (al-mutawaffā: 1341 H), Nuzhat al-Khawāṭir wa Bahjat al- Masāmiʿ wa al-Nawāẓir, al-Ṭabʿah al-Ūlā(Bayrūt: Dār Ibn Ḥazm, 1420 H), al-Ṭabaqah al- Sābiʿah fī Aʿyān al-Qarn al-Sābiʿ,bi-dhayl ḥarf al-Shīn al-Muʿjamah, Shams al-Dīn Īltutmish, 1:102.

[27] **غیاث الدین بلبن**، ترک نسل کے ممتاز حکمران تھے، جنہیں کمسنی میں بغداد لایا گیا۔ سنہ 630 ہجری میں شیخ جلال الدین بصری نے انہیں خرید کر بر صغیر منتقل کیا، جہاں وہ سلطان شمس الدین ایلتتمش کے زیرِ کفالت آئے اور شاہی ماحول میں تربیت پائی۔ بعدازاں ایلتتمش نے اپنی بیٹی کا نکاح ان

سے کر دیا۔ بلبن تدریجاً سلطنت کے اہم مناصب پر فائز ہوتے گئے، اور ان کی صلاحیتوں نے انہیں نمایاں مقام تک پہنچایا۔ جب ناصر الدین محمود 664 ہجری میں وفات پا گئے، تو بلبن نے تخت سنبھال لیا اور تقریباً بیس برس تک حکمرانی کی۔ ان کا دور نظم و ضبط، شاہی رعب، اور مرکزی اقتدار کے استحکام کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔(نزهة الخواطر ، بذيل حرف الغين، غياث الدين بلبن سلطان الهند، 1 : 112)

Nuzhat al-Khawāṭir, bi-dhayl ḥarf al-Ghayn,Ghiyāth al-Dīn Balban Sulṭān al-Hind, 1:112.

(28) https://en.rafed.net/article/slaves-children-imams-and-caliphs (Dated: 08 May, 2025)

(29) المسند الصحيح للمسلم، 19 - باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، حديث نمبر147-(1218)

al-Musnad al-Ṣaḥīḥ li-Muslim, 19 - Bāb Ḥijjat al-Nabī ṣallá Allāh ʿalayhi wa sallam, Ḥadīth no. 147-(1218).

(30) العودة، عبد القادر(1954ھ) التشريع الجنائى الاسلامى، طن (بيروت: دار الكاتب العربي، سطن ) جزء اول ، بذيل مادة 87

al-ʿŪdah, ʿAbd al-Qādir (1954 H), al-Tashrīʿ al-Jināʾī al-Islāmī, Ṭanṭā (Bayrūt: Dār al-Kātib al-ʿArabī, s.n.), Juzʾ Awwal, bidhayl māddah 87.

(31) سنن ابن ماجه: 76 - بَابُ الْخُطْبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ، رقم الحديث 3055

Sunan Ibn Mājah, 76 - Bāb al-Khuṭbah Yawm al-Naḥr, Raqm al-ḥadīth 3055.

(32) سورة المائدة آيت نمبر 8

Sūrat al-Māʾidah, āyah 8.

(33) المسند الصحيح للمسلم، 8 - بَابُ وُجُوبِ طَاعَةِ الْأُمَرَاءِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ، وَتَحْرِيمِهَا فِي الْمَعْصِيَةِ، حديث نمبر4 - (1838)

al-Musnad al-Ṣaḥīḥ li-Muslim, 8 - Bāb Wujūb Ṭāʿat al-Umaraʾ fī Ghayr Maʿṣiyah wa Taḥrīmihā fī al-Maʿṣiyah, Ḥadīth no. 4-(1838).

(34) ابن ماجة، محمد بن يزيد القزويني (المتوفى: 273ھ) سنن ابن ماجه،المحقق: شعيب الأرنؤوط الطبعة: الأولى (بيروت: دار الرسالة العالمية 1430 ھ) 63 - بَابُ قَدْرِ حَصَى الرَّمْيِ، رقم الحديث 3029 (إسناده صحيح؛الارنؤوط)

Ibn Mājah, Muḥammad bin Yazīd al-Qazwīnī (al-mutawaffā: 273 H), Sunan Ibn Mājah, al-Muḥaqqiq: Shuʿayb al-Arnaʾūṭ, al-Ṭabʿah al-Ūlā (Bayrūt: Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah, 1430 H),63 - Bāb Qadr Ḥaṣā al-Ramī, Raqm al-ḥadīth 3029 (Isnādahu Ṣaḥīḥ; al-Arnaʾūṭ).

(35) سورة المائدة آيت نمبر 77

Sūrat al-Māʾidah, āyah 77.

(36) المسند الصحيح للمسلم؛ 19 - باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث 147-(1218)

al-Musnad al-Ṣaḥīḥ li-Muslim; 19 - Bāb Ḥijjat al-Nabī ṣallá Allāh ʿalayhi wa sallam, Raqm al-ḥadīth 147-(1218).

(37) سورة النساء : 11، 12

Sūrat al-Nisāʾ, āyāt 11–12.

(38) سنن ابن ماجه: 6 - بَاب لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ، حديث نمبر 2712 (صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن في الشواهد؛ الأرنؤوط)

Sunan Ibn Mājah: 6 - Bāb Lā Waṣiyyah li-Wārith, Ḥadīth no. 2712 (Ṣaḥīḥ li-ghayrih, wa hādhā isnād ḥasan fī al-shawāhid; al-Arnaʾūṭ).

(39) الترمذی ، محمد بن عیسى (المتوفى: 279هـ) سنن الترمذي ، المحقق؛ محمد فؤاد عبد الباقي، الطبعة: الثانية (مصر : مطبعة مصطفى البابي الحلبي 1395 هـ) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ العَارِيَةَ مُؤَدَّاةٌ، رقم الحديث 1265 (حكم الألباني؛ صحيح)

al-Tirmidhī, Muḥammad bin ʿĪsá (al-mutawaffā: 279 H), Sunan al-Tirmidhī, al-Muḥaqqiq: Muḥammad Fuʾād ʿAbd al-Bāqī, al-Ṭabʿah al-Thāniyah (Miṣr: Maṭbaʿah Muṣṭafá al-Bābī al-Ḥalabī, 1395 H), Bāb Mā Jāʾa fī Anna al-ʿĀrīyah Muʾaddāh, Raqm al-ḥadīth 1265 (Ḥukm al-Albānī: Ṣaḥīḥ).

(40) المسند الصحيح للمسلم، 19 - باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث 147-(1218)

al-Musnad al-Ṣaḥīḥ li-Muslim, 19 - Bāb Ḥijjat al-Nabī ṣallá Allāh ʿalayhi wa sallam, Raqm al-ḥadīth 147-(1218).

(41) البقرة : آیت نمبر 278، 279

Sūrat al-Baqarah, āyāt 278–279.

(42) ابن قيم ، محمد بن أبي بكر (المتوفى: 751هـ) زاد المعاد في هدي خير العباد، الطبعة: السابعة والعشرون (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1415هـ) قدوم وفد ثقيف، 3 : 522

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Muḥammad bin Abī Bakr (al-mutawaffā: 751 H), Zād al-Maʿād fī Hadyi Khayr al-ʿIbād, al-Ṭabʿah al-Sābiʿah wa al-ʿIshrūn (Bayrūt: Muʾassasat al-Risālah, 1415 H), Qudūm Wafd Thaqīf, 3:522.